اورنگزیب یوسفزئی فروری 2015

تحقیقِ تفاسیر قرآنی

تفسیر نویسی ایک فن یا حدود فراموشی کا جرم؟

مسلم تہذیب میں قرآنی تفاسیر و تشریحات لکھنے کا گناہِ عظیم

موضوعِ زیرِ تحقیق دراصل قرآنی تفاسیر نویسی کا وہ ہمہ وقت جاری طوالانی سلسلہ ہے جو ایک جنون کی سرحدوں تک رسائی حاصل کر چکا ہے، اور جس کی کوئی حد و نہایت یا نکتہِ اختتام مستقبل قریب میں متوقع نہیں ہے۔ اس جنونِ مسلسل کا واحد سبب یہ حقیقت ہے کہ فراموش شدہ دینِ الٰہی کی بازیافت سے اسلامی دنیا کی کسی بھی حکومتِ وقت کو قطعا کوئی دلچسپی نہیں۔ پس دانشور طبقے کو مصروف رکھنے اور عوام کو باہمی سر پھٹول میں منہمک رکھنے کے لیے ہماری مردہ یا منجمد اسلامی تہذیب میں اس میدان میں بلا روک ٹوک طبع آزمائی کی ہر ہما شما کو کھلی اجازت دے دی گئی ہے۔ تاہم اس کے سبب اسلامی تہذیب پر مرتب ہونے والے گھمبیر مسائل پر آج تک ذرہ برابر بھی سنجیدگی کے ساتھ توجہ نہیں دی گئی۔ "نوبت بایں جا رسید"، کہ ہر نیا تفسیر نویس اپنے تئیں بزعم خود اسلام کا واحد نجات دہندہ باور کرتا ہے۔ اپنی تفسیر پر کمالِ کشف و اکتشاف اور انتہائے علم و خبر کا گمان رکھتا ہے۔ یہ سوچنے کی زحمت ہر گز گوارا نہیں کرتا کہ تفاسیر کے ایک کوہِ گراں کے بوجھ کے نیچے پہلے ہی دبی ہوئی مخلوق ایک مزید نئی تفسیر کے مطالعے کا ناگوار بوجھ برداشت کرنے کے لیے مطلوبہ وقت اور توانائی کہاں سے حاصل کر پائے گی!!!

البتہ ہر نئی تفسیر کا ایک طائرانہ جائزہ جو نتائج سامنے لاتا ہے ان کا نتیجہ "وہی ڈھاک کے تین پات" کی صورت بر آمد ہوتا ہے۔ زولیدہ فکری، اکابر پرستی، التباس و اشتباہ، استخراجی منطق، لایعنی عبادات و رسومات اور ثواب و انعامات کے مبالغہ آمیز سلسلے کا ایک نیا باب مسلمان کی مایوس و نامراد زندگی میں مزید زہر گھولنے کے لیے کھول دیا جاتا ہے۔

امّتِ مسلمہِ مرحومہ پر مسلط اس المناک اور احمقانہ صورتِ حال کے قطعا برعکس، قرآنِ حکیم میں متکلم کی ذاتِ عالی شان کی جانب سے مسئلہ زیرِ بحث سے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ایک فرمان کی صورت نہایت صراحت کے ساتھ کچھ اس طرح صادر فرمایا گیا ہے:-

القرآن:25/33 - وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا -

(ترجمہ: اور یہ سب لوگ مل کر بھی تمہارے پاس اُس کی مثل نہ لا سکیں گے جیسا کہ ہم نے اکتشافِ حقیقت کے ساتھ اور **"خوبصورت ترین تفسیر کے ساتھ"** تم کو عطا کر دیا ہے۔)

فلہذا، کلامِ الٰہی کی اس "نصِّ صریح" پر تدبر و تفقہ کا عمل سرانجام دیتے ہوئے، اور اسی کی متابعت میں، اِس مقالے کو ہم اُس دیرینہ اور ہمیشہ در پیش سوال کے ساتھ شروع کرتے ہیں جس کی جانب مسلم تاریخ کے طویل عہد کے دوران کسی بھی نمایاں اور موقر مسلم سکالر یا ادارے نے - - - یا کسی بھی مسلم کہلانے والی حکومت نے - - - کبھی توجہ مبذول نہیں فرمائی!!!۔ کلامِ الٰہی کی روشنی میں، وہ دیرینہ سوال کچھ اس طرح ہمارے سامنے آتا ہے :-

کیا "تفسیر" لکھنے کی آڑ میں قرآن کے متن کے ساتھ انسانی الفاظ و خیالات کا ایک کثیر ذخیرہ شامل کرنا اور اس بہانے قرآن کے ساتھ گستاخانہ دست درازی (profane manipulation**) کرنا جائز و حلال ہے یا ناجائز و حرام؟؟؟**

(یہاں تفسیر سے مراد وہ تمام الفاظ ہیں جو اس ضمن میں انگریزی زبان میں بھی زیرِ استعمال ہیں، مثلاً" **exposition, exegesis, interpretation, explanation** وغیرہ۔)

سوال کی بنیاد (origin) :

اس اہم سوال کی بنیاد اس آفاقی حقیقت پر مبنی ہے کہ کسی بھی تحریر کی درست اور حتمی تشریح و تفسیر اُس تحریر کے مصنف کے علاوہ دیگر کوئی بھی انسان نہیں جان سکتا۔ لہذا اپنی تحریر کے مافی الضمیر کو، اگر مزید تشریح کی ضرورت درپیش ہو، تو کوئی مصنف ہی بیان کرنے کی اہلیت و استعداد رکھتا ہے - - کیونکہ وہی جانتا ہے کہ اُس کے ذہن کی عمیق گہرائیوں میں کیا افکار کروٹیں لے رہے ہیں. اور وہ اپنی تحریر کے ذریعے کس اصول، ضابطے، نظریے اور فلسفے کا اظہار کرنا چاہتا ہے، اور کس پیرائے میں!!!

قرآن کا معاملہ اس سے بھی سوا ہے۔۔۔۔ کیونکہ قرآن تو انسانیت کے اور اس عظیم کائنات کے نادر الوجود خالق کا کلام ہے، جس کی ہستی "برتر از خیال و قیاس و وہم و گمان است" کے مصداق ہے۔ ایک انسان کے مافی الضمیر تک تو دوسرا انسان، اگر ممکن ہو تو باہمی تبادلہِ خیالات کے واسطے سے، کسی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن یہ امر انسان کے مقام سے از حد بعید ہے اور مکمل طور پر خارج از امکان قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے عظیم خالق کے مافی الضمیر اور اس کے پس پردہ تخیل (**underlying concept**) کے بارے میں جانکاری حاصل کر سکے۔ سوائے اس کے کہ جو کچھ خالق از خود ہی اپنے کلام یا تحریر کے الفاظ کے ذریعے ظاہر کر دے۔

نیز اگر صحیفے کا نزول انسان کی اپنی زبان میں وقوع پذیر نہ ہوا ہو تو انسان کا فریضہ صرف اتنا ہی ہے کہ وہ اس کے الفاظ کے ساتھ من و عن پیوستہ رہتے ہوئے اُن کی روح کو، معاملے کے سیاق و سباق کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتے ہوئے، زبان دانی کے اصول مدّ نظر رکھتے ہوئے، متعلقہ زبان کی مستند لغات کے ذریعے سے سمجھ لے یا ایک انتہائی محتاط ترجمہ کرتے ہوئے اپنی زبان میں منتقل کر لے۔ اور بس۔۔۔ "باقی ہَوس" !

تفسیر نویسی کیوں، کب، اور کس کے ہاتھوں شروع کروائی گئی؟

تفسیر نویسی آخر کیوں؟:-

یہاں ہمیں درپیش دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن کے عربی زبان میں نزول کی صورت میں، جب کہ اہلِ عرب اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت اور اس کے الفاظ کے معنی کی عظیم وسعت سے بخوبی واقف تھے، وہ کیا خفیہ مقاصد تھے جن کے تحت خود اہلِ زبان نے کلامِ الٰہی کو بخوبی سمجھتے ہوئے بھی اس کی تفاسیر لکھنے کا منصوبہ وضع کیا؟؟

ظاہر ہے کہ اہلِ عرب کو عربی تفاسیر کی کیا ضرورت تھی،،، جب کہ آیت 26/195 میں متکلم کی ذاتِ عالی نے خود فرمایا،،،، کہ یہ کتاب واضح اور صاف عربی زبان میں (بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ) نازل کی گئی ہے ؟؟؟ (یہاں ہم غیر تعلیم یافتہ انسانوں، اہلِ ہنر، دستکار، کسان، مزدور وغیرہ جیسے ان مخصوص طبقات کا ذکر نہیں کرتے جو نہ قرآن پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی تفاسیر۔)

تو پھر ہر امیدوار کو کھلی اجازت کیسے عطا کر دی گئی کہ وہ جیسے چاہے تفسیر مرتب کرنے کے نام پر قرآن کے الفاظ و معانی میں اپنی جانب سے اپنے خیالات کا بے محابہ اضافہ کرتا رہے۔۔۔ اور یہ عمل اس حد تک نامعقولیت کی شکل اختیار کر لے کہ قرآن کی ایک واحد جلد کے مقابلے میں اس سے بدرجہا ضخیم تیس تیس جلدیں قرآن کی تشریح و تفسیر کی شکل میں وجود میں آ جائیں؟؟؟ گویا جس قدر بھی دیومالائی کہانیوں کا مواد قدیم صحائف و طلسمات کے حوالوں سے آپ تک پہنچا ہو، اُس سب کو بلا امتیازِ معیار و حجم قرآن کی تشریح کے عمل میں اصل مفہوم کا حصہ بنا دیا جائے! نیز ایسے طولانی مواد کا پڑھ جانا ہی اگر خارج از امکان ہو جاتا ہو، تو ہو تا پھرے!

جب کہ قرآن کے متن میں - - - اور اِسی کی مانند اُس متن کے الفاظ کے لغوی معانی میں - - - ایک لفظ کا اضافہ، یا ترمیم و تصحیح بھی، قرآن میں تحریف کے جرم کا ارتکاب ہے؟

ہم اس مرحلے پر ایک مفسر کی اہلیت یا عدم اہلیت کا تو سوال ہی نہیں اُٹھاتے۔ ہم اُس کی اِس میدان میں حاصل کردہ متعلقہ قابلیت کے متعلق بھی استفسار نہیں کرتے۔ ہماری توجہ کا مرکزی نقطہ تو یہ بنیادی اصول یا قانون ہے کہ صرف اور صرف قرآن کا متکلم ہی وہ قابلیت، وہ اہلیت اور وہ استعداد رکھتا ہے کہ اپنی کتاب کی تشریح کر سکے۔ قرآن صرف اُس ذاتِ پاک ہی کے اعلیٰ ذہن کی پیداوار ہے۔ صرف وہ ذاتِ پاک ہی جان سکتا ہے کہ وہ کیا

ابلاغ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور کیا تعلیم انسانیت کو بہم پہنچانا چاہتا تھا۔ اور اس کے لیے کیسا پیرایہ بیان ضروری تھا، اور کون سے الفاظ و اصطلاحات و محاورات و تشبیہات استعمال کرنا مناسب ترین اور قرینِ عقل تھا۔

اور،،، آخر میں یہ آنکھیں کھول دینے والی حقیقت کہ،،،، وہ ذاتِ پاک بار بار اپنی کتاب میں اس امر پر زور دیتا ہے کہ وہ اسے پہلے ہی سے مکمل طور پر، باریک ترین تفصیل کے ساتھ، بغیر کچھ بھی نظر انداز کیے، کھول کر بیان کر چکا ہے!!!۔۔۔ تو پھر انسانی زبان و بیان میں اس کا مزید بیان۔۔۔چہ معنی دارد؟؟؟ تحقیق کرنے پر آپ کو اس دراندازی کے حق میں ذرہ برابر بھی توجیہ یا جواز یا سبب نہ مل پائے گا!

لہذا، ہم یہ بات بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ اُس ذاتِ پاک کی غیر متزلزل اور ثقہ ترین شہادت کے مطابق، کسی بھی مزید تفسیر کی نہ ضرورت تھی اور نہ ہی قرآن کی تشریح و تفسیر کے لیے کسی بھی انسانی مداخلت کی اجازت تھی اور نہ کسی انسان میں اس کی اہلیت۔

قرینِ قیاس یہی امکان ہے کہ تفسیر نویسی کا عمل دراصل قرآن میں ملاوٹ کرنے اور اس الہامی صحیفے کے سچے معانی تبدیل کر دینے کا ایجنڈا رکھتا تھا۔ اس لیے کہ۔۔۔۔ تفسیر لکھنا صرف ایک ہی مذموم مقصد رکھ سکتا تھا۔۔۔۔ کہ۔۔۔ اس دینِ حق پر مبنی کتاب کو انسانی خیالات سے آلودہ کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیا جائے تا کہ ایک دو نمبر کا بناوٹی اسلام ایجاد کرتے ہوئے، اپنی من مرضی کے مذہب کی آڑ یا آسرا لے کر، اپنے ناجائز سیاسی غلبے کو جائز قرار دیا جائے اور اپنے مذموم استحصالی مقاصد کو بروئے کار لایا جا سکے۔

اسی مذموم مقصد کے تحت تفاسیر کی اصل و بنیاد ہی تفسیری روایتوں اور شانِ نزول کے طول طویل مفروضات اور دیومالائی افسانوں پر رکھی گئی۔

یہ بدعت کب شروع کی گئی؟:-

نہایت قابلِ غور امر یہ ہے کہ حضور رسالتمآب ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں، اور خلافتِ راشدہ کے دورانیے میں کسی تفسیر و تشریح کا وجود ہی ثابت نہیں۔ اُس اولین دور کے ذمہ داران اور وقت کے اولی الباب اپنی فصیح و بلیغ زبان خوب سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک عام عرب بھی بلکہ ایک بدو بھی، دیگر اہلِ زبان سے بالکل جدا، اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کی خصوصیت کے لیے، بقول مختلف سکالرز، ایک خاص اور مسلّمہ شناخت رکھتا تھا۔ حضرت عمرِ فاروق، خلیفہِ راشد دوم، کے لیے تو تاریخ شہادت دیتی ہیں کہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں قرآنِ کریم کے کئی لاکھ نسخے نقل کروا کر مملکتِ اسلامیہ کے کونے کونے میں ارسال کروا دیے تھے۔ قرون اولیٰ، یا قرونِ مشہود لہا بالخیر کے اُس بابرکت دور میں ایسا کیوں نہ ہوا کہ قرآن کی تفہیم کے لیے اس کی نقول کی بجائے تفسیریں تیار کروائی جاتیں اور انہیں پوری مملکت میں پھیلایا جاتا؟

قرین قیاس یہی ہے کہ دورِ خلافتِ راشدہ میں ایسا کوئی فتنہ ابھی نمودار نہیں ہوا تھا جو قرآن کے سچے معانی تبدیل کر دینے کا ایجنڈا رکھتا ہو۔ نہ ہی اُس وقت تک تفسیری روایتوں کی ایجاد اور شانِ نزول کی کہانیوں کی اختراع پیدا کی گئی تھی۔ فلہذا کسی نوع کی تفسیر کی ضرورت ہی در پیش نہ تھی۔ قرآن اپنی خود تصریحی اور خود مکتفی حیثیت میں قائم و دائم تھا۔

مسلم تہذیب میں اولین تفسیر لکھنے کا کام جس شخصیت نے انجام دیا اس کا تاریخ وفات 146 سن ہجری ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام دوسری صدی ہجری میں اموی دور کے اواخر (132 ہجری) سے قبل ہی شروع کروا دیا گیا تھا۔ یہ کام اُسی دور میں یا ابتدائی عباسی دور میں اختتام پذیر ہوا۔ یہ وہی دور تھا جب انقلابِ معکوس برپا کر کے خلافت راشدہ کا خاتمہ کیا جا چکا تھا۔ اور حقیقی اسلام کے دشمن اموی سلاطین 40 ہجری کے بعد اقتدار پر اپنا جبری قبضہ مکمل و مضبوط کرنے کے بعد ایک غیر قرآنی موروثی استحصالی بادشاہت کا سلسلہ قائم کر چکے تھے۔ سابقہ حقیقی اسلامی ریاست کے ہیڈ کوارٹر مدینۃ النبی اور بعد ازاں حضرت عبداللہ ابنِ زبیر کے دارالحکومت شہر مکہ پر حملے اور قتلِ عام کے ذریعے حقیقی اسلام کی تمام نشانیاں اور آثار و باقیات، اور اس کی نام لیوا جُملہ شخصیات کو ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹا چکے تھے۔ عرب کے چپے چپے پر پھیلے مقامی یہودی علماء کی خدمات حاصل کی جا چکی تھیں اور ان کی مدد سے مملکت کے طول و عرض میں فتنۂ وضعِ حدیث کے ذریعے قرآنی تعلیمات کو مسخ کرنے کی مہم زور شور کے ساتھ جاری تھی۔

یہ بدعت کس کے ہاتھوں شروع کروائی گئی؟:-

اسلامی تاریخ کی اولین تفسیر لکھنے کے جرم کا جس شخصیت نے ارتکاب کیا اس کا نام نامی محمد بن السائب، المعروف کلبی (المتوفی 146ھ) تھا۔ مذکورہ شخصیت، اپنے دور کے مشہور مؤرخ، ماہرِ انساب اور مسلمہ تفسیر کے امام تصور کئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی تفسیری کہانیوں سے کوئی بھی متاخر تفسیر خالی نہیں۔ ان کی تفسیر تفسیر ابنِ عباس کے نام سے موسوم ہے اور آج بھی بازار میں دستیاب ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ انہوں نے یہ تمام تفسیر ابو صالح سے سنی ہے، اور ابو صالح نے حضرت عبداللہ بن عباس سے۔ اسی لیے یہ دو ناموں سے مشہور ہوئی، یعنی تفسیر ابن عباس، اور تفسیرِ کلبی۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جدید دور کے عظیم ترین محقق علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی کے مطابق، عالمِ اسلام کے یہ پہلے " جلیل القدر مفسر " کس کردار کے مالک تھے، اور اس قماش کے کردار کے حامل کو کون تخریب کار اور غارت گرِ دین و ایماں اس کارِ لائقہ کی ذمہ داری تفویض کر سکتا تھا۔

نام: محمد بن السائب۔ کنیت: ابو النفر۔ خاندان: بنو کلب۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ماہرِ انساب، مفسر اور مؤرخ ہے۔ امام شعبی وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اس کا بیٹا ہشام اور ابو معاویہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ اس کی روایت جامع ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں، کلبی خود کہا کرتا تھا کہ مجھ سے ابو صالح نے ایک بار بطورِ نصیحت یہ بات فرمائی تھی کہ اے کلبی،، تُو نے ابنِ عباس کی جتنی روایات مجھ سے سنی ہیں انہیں کسی سے بیان نہ کرنا۔ (پھر بھی اس بے حیاء نے سب کچھ بیان کر دیا اور پوری ایک کتاب لکھ ڈالی۔)

ابو معاویہ کہتے ہیں، میں نے کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جتنی جلد میں نے قرآن حفظ کیا ہے اُتنی جلد کسی نے قرآن حفظ نہیں کیا۔ میں نے صرف چھ یا سات دن میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور جس طرح مجھے بھول واقع ہوئی ہے ایسی بھول بھی کسی کو واقع نہیں ہوئی ہو گی۔ وہ اس طرح کہ میں نے اپنی داڑھی مٹھی میں لی تا کہ داڑھی نیچے سے کاٹ کر برابر کروں، اور اُوپر سے کاٹ دی۔

امام یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ مجھ سے خود کلبی نے یہ بیان کیا کہ میں نے جس شے کو ایک بار یاد کر لیا، کبھی بھولا نہیں۔ لیکن ایک بار میں نے حجام کو بلوایا اور اپنی داڑھی برابر کرانے کے لیے مُٹھی میں لی، اور بجائے نیچے سے کٹوانے کے اوپر سے کٹوالی۔ (یعنی ایک بار خود کاٹی اور ایک بار حجام سے کٹوائی– کذب بیانی کی عادتِ قبیحہ کا اندازہ کیجئے)

یعلی بن عبید کہتے ہیں کہ امام سفیان ثوری نے لوگوں سے فرمایا کہ اے لوگو، اس کلبی کی روایتوں سے بچو۔ کسی نے ان سے عرض کیا، آپ بھی تو اس کی روایات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں تو اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچانتا ہوں۔ یعنی یہ جانتا ہوں کہ اس کی کون سی روایت درست ہے اور کون سی غلط۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمان بن مہدی نے اس کی روایت ترک کی ہے۔ پھر امام بخاری نے امام سفیان ثوری کا یہ قول باسند نقل کیا کہ مجھ سے خود کلبی نے یہ بات کہی تھی کہ میں تجھ سے ابو صالح کے واسطے سے جو بھی حدیث بیان کروں تو سمجھ لے کہ وہ خالص جھوٹ ہے۔

یعلی کا بیان ہے کہ میں اس کلبی سے قرآن پڑھنے جایا کرتا تھا۔ ایک دن بولا کہ میں ایک دفعہ شدید بیمار ہوا اور اس بیماری کے باعث سب کچھ بھول گیا۔ میں آلِ محمد کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے میرے منہ میں تھوکا، تو مجھے سب کچھ بھولا ہوا یاد آ گیا۔ نامعلوم آلِ محمد میں سے کتنے افراد سے اس نے اپنے منہ میں تُھکوایا ہو گا۔

امام یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ کلبی ثقہ نہیں ہے۔ دار قطنی اور ایک جماعت کہتے ہیں کہ متروک ہے۔ جوز جانی وغیرہ کہتے ہیں، یہ کذاب ہے۔ امام ابنِ حبان فرماتے ہیں اس کا مذہب بھی ظاہر ہے اور اس کا جھوٹ بھی اتنا اظہر من الشمس ہے کہ محتاجِ تعارف نہیں۔ یہ ابو صالح کے واسطے سے ابن عباس سے تفسیر نقل کرتا ہے، حالانکہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا تک نہیں۔ اور اس نے ابو صالح سے صرف ایک دو ہی باتیں سنی تھیں۔ اب جب بھی اسے جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو اس ابو صالح کو یہ زمین کی گہرائیوں اور تاریکیوں سے باہر نکال لاتا ہے۔ اس کا اور اس کی روایت کا کسی کتاب میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں– کجا کہ اس کی روایت کو بطور دلیل پیش کیا جائے (میزان الاعتدال)۔

عزیز قارئین، یہ تھی انتہائی مذموم ابتداءِ قرآنی تفاسیر لکھنے کے مجرمانہ عمل کی!!! اُس مسلّمہ بد کردار انسان کے انتہائی سازشی خیالات والفاظ پر مبنی اِس تفسیری شاہکار کی بازگشت آپ کو بعد ازاں نمودار ہونے والی ہر تفسیر میں بدرجہ اتم موجود ملے گی۔ نیز امام طبری کی تیس جلدوں پر مبنی "ام التفاسیر" سے لے کر آج کے دن تک لکھی جانیوالی تمام تفاسیر میں بھی۔ ظاہر ہے کہ مطلق العنان اموی دور اور عباسی خلفاء کے ابتدائی دور میں جہاں معاشرے کو جبر واستبداد کے شکنجے میں جکڑ لیا گیا تھا،،،، تاریخ کا ایک ایسا مشتبہ و منفی کردار قرآن کی اولین تفسیر لکھنے کا کام تب ہی کر سکتا تھا جب اسے باقاعدہ منصوبے کے تحت چنا گیا ہو،،،، حکومتی سرپرستی حاصل ہو، اور باقاعدہ ایک متعین شدہ ایجنڈے پر کام کر رہا ہو۔

کیونکہ وہ خاص دور اموی سلاطین کی منصوبہ بندی اور سرپرستی کے تحت، مسلمانوں کے بھیس میں سرگرم عمل مقامی عرب یہودی علماء کی بالادستی کا دور تھا، جن کو حقیقی اسلام کی بربادی کا مشن تفویض کیا گیا تھا، اس لیے یہ امر بھی بعید از قیاس نہیں کہ کہ کلبی ایک چھپا ہوا یہودی عالم ہو۔ اس کا تفسیرِ ابن عباس لکھنے کا کارنامہ اور اس عمل کے پیچھے پوشیدہ کاریگری جسے اوپر سندات کے ساتھ بیان کیا گیا، اس امکان کو پوری تقویت بخشتا ہے۔

بعد ازاں آنیوالی تمام تفاسیر کی امام قرار دی جانیوالی "ام التفاسیر" بھی، جس کا مرتب کردہ مواد آج تک کی لکھی گئی تمام تفاسیر میں موجود رہا ہے، ایک ایسی ہی مشتبہ کردار کی حامل شخصیت، یعنی امام کہلانے والے محمد بن جریر بن رستم طبری (المتوفی 310 ہجری) کے ہاتھوں لکھی گئی۔ اس شخصیت کے بارے میں تحقیق و تفتیش کے کام کا بیڑا جنابِ مرحوم و مغفور حضرت علامہ تمنا عمادی نے اُٹھایا اور اس مہم کو بحسن وخوبی اپنی کتاب "امام زُہری اور امام طبری–تصویر کا دوسرا رُخ" میں قلمبند کیا۔ قارئین یہ چشم کشا تحریر مذکورہ کتاب میں مطالعہ کر سکتے ہیں جو اس مشتبہ منفی کردار کے حامل کے بارے میں بہت سے انکشافات پر مشتمل ہے۔

یہاں سے کچھ اور بھی اہم ضمنی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

درجِ بالا تمام حقائق کے پیشِ نظر، انسانوں میں وہ کون لوگ ہیں جو پھر بھی یہ جرات کر سکتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر یا تشریح کرنے کی مہم پر کام کریں ؟؟؟ سوائے اللہ کی حکم عدولی کرنے والوں کا ایک مجرم گروہ جو نسل در نسل پیدا ہوتا آیا ہے، کوئی بھی معتبر اور قرآن کی حقیقت کو بخوبی جاننے والا محقق، یہ کام کرنے کی جرات نہیں کر سکتا،،،،، کیونکہ،،،،، اللہ تبارک و تعالیٰ بذاتِ خود یہ قطعی اور حتمی اعلان فرماتے ہیں کہ ان کی یہ کتاب انسانیت کو ایک انتہائی مفصل اور واضح طور پر بیان کردہ حالت میں دی گئی ہے ؟؟؟ جبکہ اللہ تعالیٰ یہ بھی اعلانِ عام کر چکے ہیں کہ کوئی بھی خود ذاتِ باری تعالیٰ سے بہتر انداز میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔

وہ کون لوگ ہیں جو باری تعالیٰ کا بطورِ مصنف اور ترجمانِ قرآن ایک اعلیٰ مقام اور اس مقام کی بلند حدود کو پار کرنے کی جرات کرتے ہیں؟؟؟ یہ وہی غافل اور نام نہاد "علماء" ہیں جو مجرمانہ طور پر یہ گمان کر لیتے ہیں کہ ان کا درجہ باری تعالیٰ سے بھی بلند و بالا ہے، اور سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام ایک بار پھر سے، اپنے بے مایہ الفاظ میں، اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ نمایاں انداز میں بیان کر سکتے ہیں!!! استغفر اللہ!

اس مذموم عمل کے اسلام کی بنیادوں پر تباہ کن اثرات:

یہاں یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تفاسیر لکھنے کے اس قبیح "فنِ کتابت" کی ترویج ہی کے باعث ہم مسلمانوں پر ایک کبھی نہ ختم ہونے والا اور دماغ ماؤف کر دینے والا مقدس تفاسیر کا مجموعہ متقدمین کی مہربانیوں کے باعث نازل ہو چکا ہے جن کی ایک ایک کاوش تین اور سات سے لے کر تیس تیس اور اس سے بھی زیادہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جنہیں پڑھتے پڑھتے عمریں گذر جائیں تو بھی مطالعہ کا مکمل ہونا ایک خواب ہی رہ جائے۔ ان قدیمی فاضلین میں سے تقریباً تمام کے تمام اغلباً" مسلم دنیا کی سامراجی حکومتوں کے کاسہ لیس اور وظیفہ خوار تھے کیونکہ ان کی تحریر پر نہ کوئی سنسر تھا اور نہ کوئی ڈبل چیک۔ تاہم ہم عصر نابغہ شخصیات بھی اس توہینِ تقدیسِ الٰہی کی مہم میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں۔ انہوں نے بھی کامیابی کے ساتھ متقدمین کا مقابلہ کیا اور فضولیات کے اس خوفزدہ کرنے والے احمقانہ پلندوں کے ڈھیر میں اپنے ذاتی خیالات و الفاظ کے مزید کئی پلندوں کا اضافہ کر دیا۔

یہ بات ہم سب پر اچھی طرح واضح ہے کہ اموی ڈکٹیٹروں اور دیگر مطلق العنان حکومتوں کے زیر سرپرستی وضع کردہ ملوکیتی اسلام نے فتنہِ وضعِ روایات کے ذریعے اور انہی روایات پر اپنی اساس رکھنے والی قرآنی تفسیروں کے ذریعے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی وراثت چھوڑی ہے جو توہمات، تفریق باہمی، دھوکا دہی، شرم و ندامت اور خوف و دہشت پر مبنی ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ جب بھی ہم لوگ قرآن کا ترجمہ اپنی اردو زبان میں کرتے ہیں تو دراصل ہم متوارث چلی آرہی تفاسیر کی انہی خرافات کو اپنے تراجم میں شامل کر لینے کا عمل سرانجام دیتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں قرآن کا اصل پیغام اور اس کا الہامی نظریہ حیات نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے ۔ افسوس کہ یہ انتہائی اہمیت کا حامل کام ہم ہرگز قرآنی متن کی مطابقت اور اسی کی روشنی میں انجام نہیں دیتے۔۔ نہ ہی ہم اس کے عظیم الشان ذخیرہِ الفاظ پر غور کرتے ہیں۔۔۔۔ نہ ہی اس کے بلند علمی اور ادبی اسلوب پر غور کرتے ہیں۔۔۔۔ اور نہ ہی اس کے بنیادی پیغام اور نظریے پر توجہ دیتے ہیں۔ انہی قدیم و جدید تفاسیر کے لازمی اطلاق کی پالیسی سے ہم نے یہ سیکھا ہے کہ قرآن کے عربی الفاظ کا صرف ایک واحد اردو معنی ہوتا ہے۔ - - خواہ اس واحد معنی کا قرآن کے ہر مقام پر مناسب اطلاق بھی نہ ہو سکے، اور خواہ اس واحد معنی سے قرآن کے پیغام کی روح کچل دی گئی ہو اور اس کو ایک غیر منطقی، جادوئی، دیومالائی افسانوی پیکر دے دیا گیا ہو۔۔۔۔ اور۔۔۔۔"سب سے زیادہ بلند و بالا علمی امر" انہی تفاسیر سے ہم نے یہ بھی سیکھا ہے کہ قرآن کی عربی زبان کو سمجھنے کے لیے زبان کی لغات دیکھنے کی بالکل ضرورت نہیں!!! یا للعجب!

اس فرسودہ تھیوری کا سیدھا مطلب یہی لیا جا سکتا ہے کہ ہمیں اپنے ذہنِ رسا اور علم و حکمت میں جاری ترقی کے دروازے خود پر بند کر لینے چاہئیں، آزاد تحقیق کا نام بھی نہ لینا چاہیئے، اور اُسی قدیمی اور فرسودہ اندھی تقلید کا مسلک اختیار کر لینا چاہیئے جو آج تک ہم میں متوارث چلا آرہا ہے۔ تراجم کرنے کے لیے قدیم و جدید تفاسیر کا فراہم کردہ مواد ہی ہمارے لیے کافی و شافی ہے جس سے انحراف کرنا گناہ ہے !!!

قارئین اللہ کے کلام میں دی گئی درج ذیل آیات پر غور کر سکتے ہیں اور پھر خود اپنے ضمیر کی آواز پر بآسانی سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا یہ امر کسی طور پر بھی حلال، جائز اور صائب ہے کہ باری تعالیٰ کی ماقبل سے ہی تشریح و تفصیل کردہ کتاب کو مزید کھول کر بیان کیا جائے۔

اگر آپ اس ناچیز کی رائے پوچھیں،،،، تو بغیر کسی شک وشبہ یا ہچکچاہٹ کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک قبیح عمل ہے۔ توہینِ مقام الٰہی کے مرتکبین ہی ایسی جسارت کر سکتے ہیں، خاص طور پر جب اس کے بارے میں ذیل کی واضح اور حتمی ہدایات آچکی ہوں۔ بڑے بڑے نام اس جسارت کے مرتکبین میں شامل ہیں۔ نام لینا حدِّ ادب سے متجاوز ہو گا۔ (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) :-

89/16: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِين
اور ہم نے تجھ پر نازل کی ہے وہ کتاب جو "واضح طور پر ہر چیز کو بیان" کر دیتی ہے۔ نیز یہ ایک ضابطہِ کردار ہے اور اسکو تسلیم کرنے والوں کے لیے یہ ایک خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے۔

97/6: قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
ہم نے اپنی تمام آیات کو "تفصیل کے ساتھ بیان" کر دیا ہے، ان لوگوں کے لیے جو تحصیلِ علم سے لگاؤ رکھتے ہیں۔

33/25: َ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا
اور لوگ تمہارے پاس اس کی مثل نہیں لا سکیں گے جو ہم نے تمہیں "ادراکِ حقیقت کے ساتھ" اور "خوبصورت ترین تفسیر کے ساتھ" عطا کر دیا ہے۔

12/17: وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا
اور ہم نے اس میں ہر چیز کو " تفصیلی انداز میں کھول کر فیصلہ کن طریق سے" بیان کر دیا ہے۔

114/6: أَفَغَيْرَ اللَّـهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا
کیا میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو اختیار و اقتدار کا مالک مان لوں جب کہ وہی تو وہ ذاتِ پاک ہے جس نے تمہاری جانب ایک "تفصیل شدہ فیصلہ کن" کتاب نازل کی ہے۔

متعدد دیگر آیات موجود ہیں جن میں یہ واضح تنبیہ موجود ہے کہ اللہ کے اس کلام میں جو ماقبل سے ہی نہایت خوبصورت (احسن) انداز میں واضح کر دیا گیا ہے، انسان کا کوئی کام نہیں کہ مداخلت کرے اور اس میں اپنے الفاظ و خیالات کی ملاوٹ کرے۔ صرف غور و فکر، تدبر و تفقہ اور تحقیق کے ذریعے اس کے حقیقی معانی (اپنی زبان میں) اخذ کرنے کی ترغیب و ہدایت دی گئی ہے،،،، جس کا واحد ذریعہ عربی زبان کی مستند لغات ہیں، کیونکہ یہی وہ

ماخذات ہیں جو معانی کی پوری وسعت(**range**) اور اسکوپ (**scope**) واضح کرسکتے ہیں۔اور کیونکہ عربی زبان کی وسعت کے باعث اکثر اوقات ایک عربی لفظ کے درست اور مکمل معانی اخذ کرنے کے لیے اس کے دو یا تین اردو مرادفات کی بیک وقت ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کے لیے یہ لغات آپ کو ایسے کئی مرادف الفاظ کا مستند ذخیرہ فراہم کرنے کی سہولت دیتی ہیں۔

فلہذا درجِ بالا ارشاداتِ عالیہ کی پیروی کرتے ہوئے، یہ ہم سب مسلمانوں کا فرضِ منصبی بنتا ہے کہ ہم بلا تفریق تمام حاضر و موجود قرآنی تفاسیر کی مذمت کریں خواہ وہ علمائے متقدمین کی لکھی ہوئی ہوں یا متاخرین کی۔ ہمیں قرآن کی تفہیم کے لیے اللہ تعالی کے فرمودات ہی کافی ہیں جو ہمیں بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن میں کوئی امر نظر انداز نہیں کیا گیا، قرآن میں ہر خشک و تر لکھ دیا گیا ہے:

38/6: مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ

"الکتاب یعنی قرآن میں ہم نے کوئی بھی امر نظر انداز نہیں کیا"۔

59/6: و لا رطبِ و لا یابس الا فی کتابِ مبین

"کوئی خشک و تر ایسا نہیں جو واضح طور پر لکھ نہیں دیا گیا"۔

اندریں حالات، بنظرِ غائر ہمیں جس امر کی اجازت دی گئی ہے، اور جو ہمیں کرنے کی ضرورت درپیش ہے، وہ صرف اس کو اپنی زبان میں ایک ایسے معیاری ترجمے کے ذریعے منتقل کرنے کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کے الفاظ سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہ ہٹتا ہو، اور جو قرآن کے بلند علمی اور ادبی اندازِ بیان کا پورا لحاظ رکھتا ہو۔۔ اور اسی طرح نہ صرف اس کے سیاق و سباق بلکہ اس کے بنیادی پیغام اور اس کی روح کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتا ہو۔ خالص تحقیقی کام پر اپنی بنیاد رکھتا ہو، نہ کہ اسلاف کی اندھی تقلید پر۔ مستند عربی لغات کی سند رکھتا ہو کیونکہ اس کے علاوہ ہمارے پاس ایسے ترجمے کی وثاقت کے لیے کوئی اور قابلِ قبول علمی(**academic**) سند موجود نہیں۔

یہاں یہ امر بھی واضح کر دیا جائے تو مناسب ہو گا کہ اکثر ہمیں ایک فقرہ سننے کو ملتا ہے کہ "قرآن کو قرآن سے سمجھنا چاہیئے، لغات سے نہیں" ۔ نہایت افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ یہ ایک مہمل، مبہم اور لایعنی فقرہ ہے جو کسی روایتی عالم سے سن کر رٹ لیا گیا ہے۔ اس کی معقولیت یا عدم معقولیت پر غور ہی نہیں کیا گیا۔ "قرآن کو قرآن سے سمجھنا چاہیئے"۔۔۔"لغات سے نہیں" !

قرآن کو قرآن سے سمجھنے سے یہ مراد ہر گز نہیں کہ قرآن کو لغات سے نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ قرآن ہماری زبان میں نہیں۔۔ ہمیں اسے اپنی قومی زبان، اردو میں سمجھنے کے لیے لغات بہر حال درکار ہیں، جن کے بغیر ہم ایک غیر زبان ہر گز نہیں سمجھ سکتے۔ ہمیں عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھی لغات، یا وہ قاعدے چاہیئں جو لغات ہی کی مدد سے مرتب ہوتے ہیں۔۔۔۔"قرآن کو قرآن سے سمجھنے" سے دراصل مراد یہ ہے کہ قرآن کو کسی دوسرے ماخذ یا ذریعے سے یا کسی بھی دیگر انسانی تحریر کے واسطے سے نہیں سمجھنا چاہیئے۔ پرانے لوگوں کی لکھی تفاسیر اور ان تفاسیر کی

رُو سے کیے گئے تراجم سے نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ براہ راست قرآن پر، قرآن کی زبان کی لغات کی مدد سے غور فرما کر اس کا ایک بلاواسطہ اور بے لاگ علمی ترجمہ اخذ کرنا چاہیئے۔

قرآن کو قرآن سے ہی سمجھنے کے لیے لغات کی مدد لینا ایک لازمی امر ہے۔ دورِ حاضر میں علامہ غلام احمد پرویز قرآن کو قرآن سے سمجھنے کے نعرے کے سب سے بڑے علمبر دار تھے۔ غور فرمایئے کہ ان کے مفہوم میں تقریباً ہر جگہ آپ کو فوٹ نوٹ میں مستند عربی لغات، مثلاً، راغب اصفہانی، فیروز اللغات، تاج العروس، محیط المحیط، لسان العرب وغیرہ کے حوالے ملیں گے۔ حد تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مفہوم القرآن کی بہتر تفہیم کے لیے بذات خود محنتِ شاقہ کے بعد ایک عد د لغات،،، لغات القرآن،،، ترتیب دی، جس کے لیے تمام تر مدد دیگر مستند عربی لغات سے حاصل کی گئی اور ہر جگہ ان لغات کے حوالے درج کیے گئے۔ غرض یہ کہ قرآن کو قرآن سے عربی زبان کی لغات کی مدد کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ قرآن اردو زبان میں نازل نہیں کیا گیا تھا۔

درجِ بالا حقائق کی روشنی میں ذرا غور فرمایئے کہ اس موقف میں کتنی جان ہے کہ " قرآن کو قرآن سے سمجھو، لغات سے نہیں!"

روایت پرستوں کا تو ذکر ہی کیا۔ ان کے احوال سے اور ان کے درمیان ایک متشدد نوعیت کی تفریق سے سبھی قارئین بخوبی واقف ہیں۔ لیکن آج تو قرآنی جماعتوں کی حد تک بھی ان تفاسیر نے ایک قیامت مچائی ہوئی ہے۔ اور اس واحد مسلک رکھنے والوں نے بھی اپنا اپنا قبلہ و کعبہ انہی تفاسیر کی بنیاد پر الگ الگ کر لیا ہے۔ اہلِ قرآن کی اپنی تفسیر ہے جو مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی لکھی ہوئی ہے۔ طلوعِ اسلامیوں نے جناب محترم استاد علامہ پرویز کی مفہوم القرآن نامی تفسیر کو قرآن پر آخری حرف مانا ہوا ہے۔ فلوریڈا میں اپنا مرکز رکھنے والے ایک شناسا قرآنی گروپ نے ڈاکٹر شبیر احمد کی قرآنی تفسیر **QXP** کو خدا کے کلام کا درجہ دیا ہوا ہے جس سے باہر کا کوئی حوالہ یا تذکرہ ان کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔ اس کے علاوہ بھی وطنِ عزیز کے ہر مرکزی شہر میں آپ کو ایسے علماء و فضلا آسانی سے مل جائیں گے جو اپنی تفاسیر لکھ چکے ہیں، یا ان پر کام کرنے میں مصروف ہیں۔ اگر ان کی کوئی جماعت موجود ہے تو وہ بھی خود کو اپنی ہی تفسیر تک محدود کر چکی ہے۔ یہ لوگ بھی مجبور ہیں۔ کیونکہ امت کے کسی مسلک میں بھی باہمی اتفاقِ رائے مفقود ہے اس لیے یہ اسی میں عافیت سمجھتے ہیں کہ بس بیکار بیٹھے اپنے اساتذہ کو ہی حرفِ آخر سمجھتے رہیں۔

یہ امر انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ ہمارے منتخب شدہ قرآنی دانشور ایک پلیٹ فارم پر مل کر بیٹھیں اور ایک مجموعی اور انتھک کوشش کے بعد، تمام حاضر و موجود تفاسیر کو کالعدم قرار دیتے ہوئے، ایک باہمی طور پر متفقہ ایسا کامل اردو ترجمہ سامنے لائیں جو قرآن کی سچی آسمانی اقدار کی حقیقی عکاسی کرے اور بلند انسانی کردار کے اصول، امن، یگانگت، اجتماعیت اور ہمہ گیریت کا نقیب ثابت ہو۔ نیز اس حتمی ترجمے کی بنیاد پر از سرِ نو قرآن کے انگلش اور دیگر زبانوں میں تراجم کر کے انہیں دنیا میں ہر خاص و عام کے تجزیے اور فیض رسانی کے مقصد کے ساتھ وسیع پیمانے پر پھیلا دیا جائے۔

قرآن کے موجودہ مغربی زبانوں میں کیے گئے تراجم کی ایک بڑی تعداد دنیا کے طول و عرض میں موجود ہے جو تفاسیر ہی کے زیرِ اثر کیے گئے ہیں۔ جو غیر قوموں کو صرف اور صرف ہمارے دین و قرآن کی ایک بگڑی ہوئی شکل بہم پہنچاتی ہے۔ وہی شکل جس پر چلتے ہوئے آج مسلمانوں میں طالبان، بو کو حرام اور داعش جیسی انسانیت کی قاتل تنظیمیں وجود میں آتی ہیں اور ممتاز قادری جیسے سفاک قاتل ہماری قوم کے ہیروز کا درجہ پاتے ہیں۔ جن کے ذریعے ہمیں سیرت و کردار کا ضابطہ نہیں بلکہ کھانے پینے میں حرام و حلال کی لسٹیں دی جاتی ہیں اور یتیم بچوں کے مسائل حل کرنے کے لیے اُن بے بس بچوں میں سے صرف لڑکیاں چُن کر ان کے ساتھ چار چار شادیاں کر لینے کی تلقین کی جاتی ہے۔ وہی شکل جس میں ہمارے نبیِ کریم کے بہت سے گھر (بیوت) بتائے جاتے ہیں اور ان میں رکھی گئی ان کی بہت سی بیویاں (ازواج النبی)۔ قرآن میں "مشتبہ" یا "متشابہہ" آیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور فرشتے آسمان سے اُتر کر انسانوں کی جانیں قبض کرتے ہیں۔ نبیوں کو سانپ کاٹ لیتا ہے اور خوفناک بیماریاں انہیں گھیر لیتی ہیں۔ نبیوں کو مچھلیاں بھی نگل لیتی ہیں اور پھر دوبارہ زندہ اُگل دیتی ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنا حقیقی فرزند ذبح کر کے اللہ کے حضور انسانی خون کی قربانی پیش کرنے کی ہدایت دی جاتی ہے، وہ بھی خواب میں۔ نبیوں ہی سے دالیں، لہسن، پیاز وغیرہ کھانے کے لیے مانگا جاتا ہے اور نبیوں کو ننانوے کے عدد تک بیویاں بھی رکھنے کی اجازت ہوتی ہے، اور وہ ایک ہی رات میں ان سب سے مقاربت بھی کرتے ہیں۔ پہاڑوں سے مقدس اونٹنیاں نکل آتی ہیں اور گنہگاروں کے خاتمے کے لیے ایسے طوفان آتے ہیں کہ دنیا سے تمام ذی حیات مخلوق یکبارگی نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ نبی جنات اور ہواؤں پر حکومت کرتے اور چرند و پرند سے باتیں کرتے ہیں۔ اور عورتوں کو برہنہ دیکھ کر ان پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔۔۔۔

ہمیں درپیش آخری سوال یہی ہے کہ ملاوٹی تفاسیر کی بنیاد پر کیے گئے ایسے تراجم کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر کوئی دینِ اسلام کو قبول کر کے اپنا طرزِ زندگی تبدیل بھی کرتا ہے، تو وہ کیسے ایک سچا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا مسلمان بن سکتا ہے؟

آخر میں قرآنِ حکیم کے موجودہ حالت میں ہی مفصل اور کافی و شافی ہونے کے حق میں، اور کسی بھی تفسیر و تشریح کی ضرورت سے مبرا ہونے کے ثبوت کے لیے، کچھ مزید ارشاداتِ ربانی پیشِ خدمت ہیں:-

11/1: كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ

"ایک ایسی کتاب جس کی آیات فیصلہ کُن اور دانائی کی حامل بنائی گئی ہیں اور پھر اس دانشور اور باخبر ہستی کی جانب سے تفصیل سے بیان بھی کر دی گئی ہیں"۔

17/89: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ

"اور ہم انسانوں کے سمجھنے کے لیے اس قرآن کو تمام مثالوں اور تشبیہات کا استعمال کرتے ہوئے متعدد طریقوں میں بیان (صرف) کر دیا ہے"۔

29/51: أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

"تو کیا پھر ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر وہ کتاب نازل کر دی ہے جو انہیں پیروی کے لیے پڑھ کر سنا دی جاتی ہے"۔

عزیز قارئین، تفسیر نویسی اس امّتِ مرحومہ کو لاحق اُن بڑی بیماریوں میں سے ایک ہے جن کے تباہ کن اثرات کے باعث ہماری اجتماعی عقل و دانش، فکر و بصیرت، تحقیق و تفتیش اور آزادی و خود مختاری گذر اوقات کے چند ٹکوں کے عوض جنسِ کوچہ و بازار بن چکی ہے۔ خلافتِ راشدہ کے مابعد کے 1400 سالوں کے عہدِ حکمرانی پر غور کریں۔ اقتدار کے جاہ و حشم کی رنگین کہانیوں کے پیچھے چھپی ہوئی دین اللہ کی بیخ کنی کی ایک طویل عبرت ناک داستان ہے جو حقیقی اسلام کی شکست کا نوحہ پڑھتی نظر آئیگی۔ خلقِ خدا کی رسوائیوں اور جگ ہنسائیوں کی ایک بے توقیر راہ ہے جس پر چلتے ہوئے ہمارے دل و دماغ پر مہر لگ چکی ہے۔ آج قدرت نے ہم پر عزت و تکریم کا ہر راستہ بند کر دیا ہے۔ ہم تہذیب کے قرینوں سے کوسوں دور جا چکے ہیں۔ "چوں کفر از کعبہ بر خیزد۔ ۔ ۔ ۔ کجا ماند مسلمانی"۔ فکر کے اس ظالم انجماد کے باعث ہمارے علم و ادب و تحقیق کے فورم ایسے "طفلانِ کوچہ و بازار" سے بھرے پڑے ہیں جو ایسی تمام کاوشوں کو گالیاں دینے، طعن و تشنیع کرنے اور فتویٰ بازی کا شوق پورا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ دشنام طرازی کی حدوں کو چھوتی ہوئی تلخ نوائی سے بازاری اشارہ بازی تک سارے حربے نہایت آزادی اور بے ضمیری کے ساتھ آزمائے جاتے ہیں۔

وہ وقت اب آچکا ہے کہ ہم سب مل کر، اصلاحِ احوال کے ایک عزمِ راسخ کے ساتھ، ایک ایسی عملی جدوجہد کا حصہ بن جائیں جو ایک نئے عہد کا دیباچہ ہو، تبدیلی کا استعارہ ہو اور ایک انقلابِ عظیم کی علامت بن جائے۔ جس کے نتیجے میں وہ سہانی صبح جلد نمودار ہو جائے جب ہماری دنیا کے کسی ایک خطے میں حکومتِ الٰہیہ کا قیام ایک بار پھر عمل میں آجائے اور جدید ترین الیکٹرونک ابلاغیات کے ذریعے قرآنِ حکیم کی حقیقی روشنی اس بابرکت مقام سے پھوٹ کر چار وانگِ عالم میں پھیل جائے۔ قرآن میں تحریف کا راستہ بزورِ طاقت بند کر دیا جائے اور تفاسیر کے پہاڑوں سے بھی بلند گمراہ کُن اور ناقابلِ مطالعہ ڈھیر ہمیشہ کے لیے گمنامی کے تحت الثریٰ میں دھکیل دیے جائیں۔

صرف ہمارے فاضل قرآنی بھائیوں کو اس انتہائی حساس موضوع پر خالص اور باسند علمی تبصروں کی دعوت دی جاتی ہے۔
